از قلم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا اعلان حق اور ان کی رہائش گاہ پر پولیس کا چھاپہ

۱۸۷۵ء میں جو کہ انگریزی سامراج کے شدید ظلم و تشدد و بربریت کا دور تھا اور اس میں زیادہ تر مسلمان علماء اور اہل دین قتل اور پھانسی کا شکار بنائے جا رہے تھے، ایک ہندو ادیب بی سی چڑجی نے جو انگریز نواز اور مسلم دشمن جذبہ کا حامل تھا، وندے ماترم کے عنوان سے ترانہ تیار کیا جس کو بعد میں اپنے "آنند مٹھ" نامی ناول میں شامل کیا۔ یہ ناول مسلم دشمنی کے جذبہ سے معمور ہے اور اس میں وندے ماترم نامی ترانہ اس تمہید کے ساتھ شامل کیا گیا ہے کہ مسلمانوں پر حملہ کردو اور ملک سے باہر نکال دو۔ ترانہ میں ہندوستان کی سرزمین کو معبود کی حیثیت سے خراج تحسین پیش کیا گیا ہے اور ہندو مذہب میں عبادت کا مفہوم رکھنے والی عبارت استعمال کی گئی ہے، ارض وطن سے اظہار محبت جوش و جذبہ کے ساتھ کیے جانے کی وجہ سے آزادی ہندوستان کی جدوجہد کرنے والوں کو بھلا معلوم ہوا، ترانہ کی زبان بنگالی اور سنسکرت ہے اس سے مسلمانوں نے اس کے مضمرات اور طرز کلام کو اس طرح نہیں سمجھا جس طرح سمجھنا چاہیے تھا۔ صرف اس کے عمومی جوش اور دشمن کے خلاف جنگ جویانہ طرز کو دیکھ کر اس کو اپنی جدوجہد آزادی کے لیے مہمیز کے طور پر استعمال کیا تھا۔ پھر انگریز چلے گئے اور جنگ آزادی کا باب ختم ہو کر تعمیر وطن اور اتحاد قوم کا باب شروع ہو گیا۔ اب یہ ترانہ جنگ آزادی ہند کی حد تک غیر ضروری ہو چکا تھا اور تعمیر اور قومی اتحاد کے لیے تو اور بھی زیادہ نامناسب اور مضر تھا، اس کے بجائے اتحاد اور تعمیر وطن کے ترانوں کی ضرورت تھی۔ ایسی صورت میں وہ ترانہ جو انگریزی سامراج سے ہمدردی اور ملک کی ایک بڑی اقلیت سے نفرت پر مشتمل ہے کسی طرح قابل قبول نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ملک کے متعدد مسلم دانشوروں کو ٹھنڈے حالات میں ترانہ کے پس منظر اور اس کے مشملات کے مطالعہ کا موقع ملا تو اس کے یہ دو پہلو سامنے آئے۔ ایک تو اس کا مسلم دشمنی کا پہلو اور دوسرا مشرکانہ پہلو۔ ان میں سے اول الذکر پہلو اتحاد قوم کا منافی ہے جس کی ضرورت اس مختلف المذاہب اور مختلف الطبقات ملک میں بہت ہے۔ ثانی الذکر اس کا مشرکانہ پہلو ہے جو مسلمانوں کو کسی طرح قبول نہیں ہو سکتا۔

ہندو فرقہ پرست عناصر جنہوں نے جنگ آزادی میں کچھ بھی حصہ نہیں لیا تھا بلکہ وہ ایک حد تک سامراجی حاکموں کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتے تھے۔ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد اس ترانہ کے داعی بن گئے۔ ظاہر ہے کہ ان کو اس کے مسلم دشمن پہلو سے اصل دلچسپی ہے، اور اس کا جنگ جویانہ طرز ان کے مسلم دشمنی کے جذبہ کا مظہر بنا ہے۔

مسلمانوں کے لیے اس کا مشرکانہ پہلو سب سے زیادہ قابل اعتراض بنا ہوا ہے۔ مسلمان اہل علم و اہل تحقیق کو جب ہندو فرقہ پرستوں کی اس ترانہ سے اچانک دلچسپی پر شبہ ہوا اور اس تحقیق پر اس کے مشرکانہ و مسلم دشمنی کا علم ہوا تو مسلمانوں کو اپنے بچوں کے لیے اس ترانہ کو پڑھنا اور اس کے مضمون کو اپنے دل میں جگہ دینا قطعاً" منظور نہیں ہو سکتا تھا اور ہندوستانی دستور بھی ان کو اس انکار کی اجازت دیتا ہے۔ دستور کی رو سے وہ مذہبی معاملہ میں آزاد ہیں۔ ان پر دوسرے کسی مذہب کی تعلیمات یا طریقہ مذہبی کو عائد نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ان کا یہ مطالبہ ہوا کہ اس ترانہ کو مسلمانوں پر عائد نہ کیا جائے لیکن جب ہندو فرقہ پرست جماعت کے وزیر تعلیم نے اس کو سب پر عائد کرنے پر زور دیا تو مسلمان علماء نے انکار و ممانعت کا اعلان کیا۔ فرقہ پرست حاکموں کی نظر میں یہ بڑا جرم تھا چنانچہ اس پر انہوں نے بڑے تیکھے انداز میں نکیر کی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ان ہی حضرات اہل علم و دانش میں ہیں جنہوں نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور چونکہ ان کی آواز دور دور تک پہونچتی ہے اس لیے ہندو فرقہ پرست طاقتوں نے اس کا بہت برا مانا، اور ان کے قائدین نے سخت تبصرے کیے اور مزید شاخسانہ یہ پیش آیا کہ ۲۲ نومبر ۹۸ء کو رات ۲ بجے کے قریب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قیام گاہ رائے بریلی میں مسلم دشمن افراد نے چھاپہ مارا اور تلاشی لی۔ شاید ان کا مقصد یہ رہا ہو گا کہ اس طرح دہشت پیدا کریں۔ اور مولانا کو مرعوب کر کے ان کے اعلان مخالفت کو روکنے کی کوشش کریں لیکن ان کو

یہ اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ ان کے اس عمل کو دور دور تک قابل مذمت سمجھا جائے گا اور فرقہ پرست حاکموں کو اس سے سخت بدنامی کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کو بہت مہنگی پڑے گی اور مولانا یا دوسرا کوئی عالم مشرکانہ عمل کو جائز قرار نہ دے گا۔ چنانچہ سارے ہندوستان میں اس واقعہ کی گونج محسوس کی گئی اور ہر طرف سے مذمت کے بیانات آئے حتیٰ کہ حکومت کو اپنی براءت کا اظہار کرنا پڑا اور معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لیے اس نے تحقیق کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی جس کی رپورٹ ملنے پر ضروری کاروائی کا اعلان کیا۔ چھاپہ کے اس واقعہ نے تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں بڑی برہمی اور ناراضی پیدا کر دی۔ ان کو یہ محسوس ہوا کہ ہندو فرقہ پرستی مسلمانوں کو اپنی مذہبی خواہشات کا ہدف بنانا چاہتی ہے اور اس سلسلہ میں اس کی حکومت اس کی تقویت کا ذریعہ ہے۔

چنانچہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ اگر اس طرح کے معاملات میں اپنی دینی غیرت کا ثبوت نہ دیں گے تو ان کو اپنے مذہبی عقائد کے خلاف بتدریج راضی کر لیا جائے گا اور ان کو ہندو عقائد و طرزِ زندگی اپنانا پڑے گا جو ان کے لیے مذہبی اور ملی دونوں حیثیتوں سے تباہی کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ فرقہ پرستوں کی اس کوشش پر روک پیدا ہوئی اور حکومت کو اپنے سابقہ اعلان کے برخلاف صاف الفاظ میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ "وندے ماترم" اور "سرسوتی پوجا" سب پر عائد نہیں کی گئی ہے اور وہ سب کے لیے لازمی نہیں ہے۔ دونوں واقعات یعنی وندے ماترم پر حضرت مولانا کا بیان اور اس کے مشرکانہ اور ناقابل قبول ہونے کی وضاحت اور اس پر فرقہ پرست لوگوں کا رد عمل اور چھاپہ ملک کے اخبارات میں بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا اور ملک کے بہت سے لیڈروں نے بڑی اہمیت دی اور چھاپہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سے ہمدردی کا اظہار کیا اس کی ایک جھلک اخبارات کے تراشوں سے ملتی ہے۔ (بشکریہ "تعمیر حیات" لکھنؤ)

زیر سرپرستی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

جامعة البنات عمران شہیدؒ اکیڈمی

اچھڑیاں ضلع مانسہرہ - ہزارہ

میں قرآن کریم حفظ و ناظرہ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ جامعہ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے اس لیے اصحاب خیر بالخصوص علاقہ کے عوام سے اپیل ہے کہ بھرپور تعاون فرما کر ثواب میں شریک ہوں۔

منجانب

مہتمم جامعة البنات عمران شہیدؒ اکیڈمی۔ اچھڑیاں ضلع مانسہرہ۔ ہزارہ